

# افریقہ میں اسلام کا ماضی

سختیہ (از جناب خلیل حامدی صاحب) پتہ پتہ

[اس مضمون کی محرک ایک تازہ کتاب ہے جو مذکورہ افریقیہ کے نام سے بریگیڈیر گلزار احمد صاحب نے لکھی ہے اور جو حقیقت موصوف کے اسفار افریقیہ کی دلچسپ اور دلنگار روایت ہے۔ افریقیہ کے مختلف ملک جب آباد ہوئے تو پاکستان کی طرف سے ان ملکوں کے جنس و جنس آزادی میں شرکت اور بدیہ تبریک پیش کرنے کے لیے ایک وفد سندھ میں بھیجا گیا تھا۔ بریگیڈیر صاحب اسی وفد کے رکن تھے، اور مذکورہ افریقیہ اسی سفر کے نشاہات و ثمرات کی یادداشت ہے۔ اس رُوداد میں انہوں نے تقریباً ۲۶ افریقی ممالک کے حالات کو کئی پہلوؤں سے اُجاگر کیا ہے جن میں سے بعض پہلو خود اہل پاکستان کے لیے نہ صرف دلچسپ اور معلومات افزا ہیں بلکہ انتہائی قابل غور بھی۔ خاص طور پر انہوں نے بڑی شرف نگاہی اور نکتہ رسی سے افریقی مسلمان کے اُن حالات و مسائل کا جائزہ دیا ہے جن سے وہ آج دوچار ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ آئندہ ان صفحات میں اس کتاب کی ان معلومات کو مختلف عنوانات کے تحت مرتب کریں جن سے افریقی مسلمان کی موجودہ حالت ہمارے ملک کے لوگوں کو معلوم ہو سکے لیکن اس سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک نظر افریقی ممالک کے ماضی پر بھی ڈال لی جائے تاکہ دنیا کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ جن اقوام کو آج جاہل و پسماندہ اور ناتراش بنا کر رکھ دیا گیا ہے اور جن کے ضعف و اضمحلال کی داستان سن کر سخت حد درجہ

لے مثلاً نیجر، داہومی، ٹوگو، اپروولٹا، مالی، سینی گال، موریتانیا، گینی، گامبیا، سیرالیون،

لائبیریا، آئیوری کوسٹ، گھانا اور نائیجیر یا وغیرہ۔

لاحق ہوتا ہے وہ ماضی میں کیا کارنامے انجام دے چکی ہیں اور افریقہ کی تاریخ تمدن میں انہوں نے کتنے ابواب کا اسافر کیا ہے۔ خیال تو یہ تھا کہ پورے سیاہ افریقہ کے ماضی سے مختصراً تعارف کرایا جاتا مگر عجلت کی وجہ سے صرف مغربی افریقہ کو اس تعارف کے لیے مخصوص کر لیا گیا ہے۔ اسی سے وسطی افریقہ اور مشرقی و جنوبی افریقہ کا تیس کیا جاسکتا ہے ]

امیٹریکب ارسلان نے مغربی افریقہ میں اشاعت اسلام کے تین مراحل بیان کیے ہیں۔ ہم انہی کی تقسیم کے مطابق ان تینوں مرحلوں میں اسلام کی داستان اٹروٹوفو زبان کریں گے۔ امیٹریکب ارسلان کے بیان کے مطابق پہلا مرحلہ ۱۸۰۰ء سے شروع ہوتا ہے اور ۱۸۰۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں شمالی افریقہ فتح ہوا، اور ان علاقوں میں اسلام نے قدم رکھے جن کے حدود بحر متوسط سے سوڈان تک تھے۔

سیاہ افریقہ میں دعوت اسلامی کا پہلا دور مصر فتح کرنے کے بعد لشکر اسلام نے برقعہ اور طرابلس کا رخ کیا۔ نامور صحابی حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ اس اسلامی فوج کے قائد تھے جو شمالی افریقہ میں داخل ہو رہی تھی۔ حضرت عقبہ نے قیروان (موجودہ تونس) کی بنیاد ۶۴۷ء میں ڈالی اور اسے فوجی چھاؤنی بنایا۔ پھر وہاں سے مراکش کی جانب بڑھے اور طنجہ تک پہنچے۔ وہاں کے ضہاجر قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے جن کی وجہ سے ریت کے علاقے میں اشاعت اسلام کی کوشش کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ پھر سوس کی جانب رخ کیا اور بربروں کے طاقتور قبیلہ مصاہ کو زیر لگیں کیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عقبہ بحر اطلالتک کے ساحلی شہر نول تک گئے اور اہل اللہام دمنہ کو ڈھانک کر رکھنے والے، قبائل سے ٹڈبھڑ موٹی اور بالآخر انہیں اسلامی حکومت کے تابع کیا۔ بعض مؤرخین، جن میں ٹمبیکٹو کے مشہور عالم شیخ احمد بابا صاحب : "الکشف واللبیان" بھی ہیں، یہ رائے رکھتے ہیں کہ حضرت عقبہ سیاہ افریقہ (بلاد سوڈان) میں داخل ہوئے اور تکرور دہالی اور اپروٹوٹا، اور غانہ (گھانا) کو فتح کیا۔ اور وہاں متعدد

مسجدیں بنوائیں۔ ۶۰ء میں ان علاقوں میں مسلمان آبادیوں کا وجود ملتا ہے۔ بہر حال یہ بات متفق علیہ ہے کہ عقبہ وہ پہلے مسلمان فاتح ہیں جنہوں نے اہل شام بربروں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ اور مغرب کے دور دراز علاقوں تک پہنچے۔ اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سوڈان کے شمالی کنارے پر واقع تاریخی شہر اُدگشت کا راستہ کھولا اور اس کے بعد شمالی افریقہ کے تاجروں کے قافلے صحراء کو عبور کرتے ہوئے اس شہر کی تجارتی سرگرمیوں میں حصہ دار ہونے لگے۔

حضرت عقبہ ان علاقوں سے واپس ہو رہے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ اسلام نے ابھی ابھی یہاں قدم رکھے تھے اس لیے نو مسلم بربری قبائل مرتد ہو گئے۔ ان کی فہمائش کے لیے حضرت زہیر بن قیس مقرر ہوئے۔ انہوں نے زعمیم بربر قبیلہ کو شکست دی اور طنجہ تک اس کا تعاقب کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔ زہیر کے بعد حسان بن نعمان آئے۔ یہ اپنے پیشرووں کی پابندیت فتوحات کے ساتھ ساتھ اسلام کی دعوت و اشاعت کے زیادہ حریص تھے۔ انہوں نے رومی قبائل کو شکست دی عرب اور بربروں میں مساوات قائم کی۔ اور عربی زبان میں سرکاری محکموں کی تدوین کی۔

حضرت موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں اسلامی فتوحات کا نئے سرے سے آغاز ہوا۔ انہوں نے لشکر اسلام کے ہمراہ اپنی راستوں کو اختیار کیا جن کو حضرت عقبہ نے اختیار کیا تھا۔ سبتہ اور سومن تک پہنچے۔ بحر اطلس تک کے کنارے وضو کیا۔ واوی ڈرعا میں داخل ہو گئے اور مزند قبائل کو دوبارہ آشنائے اسلام کیا۔ موسیٰ، حضرت عقبہ سے زیادہ دور انابیش تھے۔ وہ صرف ایک فوجی قائد ہی نہیں تھے بلکہ مصلح اور سیاست دان بھی تھے۔ انہوں نے بربروں کو اپنے قریب کیا۔

۱۔ بلکہ ناٹھیریا کے مورخ شیخ عبداللہ فردی نے اپنی کتاب: "تزمین الورتقات" میں یہاں تک لکھا ہے "حضرت عقبہ مغربی افریقہ آئے۔ قبائل روم سے ملے۔ ان قبائل کا بادشاہ جس کا نام برمندانہ تھا مسلمان ہو گیا۔ حضرت عقبہ نے برمندانہ کی لڑائی سے شادی کی جس سے چار اولادیں ہوئیں۔ فولانی قبائل جن کا مسکن فولماڑ ہے اور گینیا ہے انہی کی نسل سے ہیں۔"

اسلامی حکومت کی محبت اُن کے دل میں ڈالی اور ملکی نظم و نسق میں انہیں شریک کیا۔ مسجدیں بنوائیں اور عوام الناس کو دین کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کا انتظام کیا۔ نقاب پوش قبائلی سے ملے جو صحرائے اعظم میں سوڈان کی شمالی حدود تک پھیلے ہوئے تھے۔ انہیں دوبارہ اسلام کی دعوت پیش کی۔ انعامات میں مسجد تعمیر کرائی جو مراکش میں اسلامی تہذیب کی اشاعت کا مرکز بن گئی اور اس کی نور افگن کرنیں مغربی افریقہ کے دروہام کوئی مسیح سے آشنا کر رہی ہیں۔

موسیٰ بن نصیب کے جانشین بھی ان کے نقش قدم پر چلے۔ اور بربروں کے اندر دعوت و تبلیغ کے کام کو جاری رکھا۔ اسماعیل بن عبداللہ بن ابوالہباجہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے افریقہ کے گورنر بنائے گئے تھے انہوں نے مراکش میں دعوت اسلامی کی ترویج میں اس حد تک دلچسپی لی کہ ان کے عہدِ حکومت میں وہاں کوئی ایسا بربر قبیلہ نہ رہا جو اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ نہ لے چکا ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسماعیل بن عبداللہ کے ساتھ فقہائے تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت روانہ کر دی جو مفتوحہ علاقوں میں پھیل گئی۔ یہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، اسلام قبول کرنے والوں کو احکام دین کی تعلیم دیتے، حدود و قائم کرنے، منکرات و محرمات کا سدباب کرتے اور مفساد کی بیخ کنی کرتے تھے۔

دوسرا دور: اسلامی مملکتوں کا قیام | یہ مرحلہ ۱۱ھ سے شروع ہوتا ہے اور ۱۵ھ تک ختم ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں شروع کا زمانہ ایسا گزرا ہے جس میں اشاعتِ اسلام کی رفتار بہت سست ہو گئی۔ خلیفہ بغداد کے نفوذ سے جب بعض ریاستوں نے علیحدگی اختیار کی تو شمالی افریقہ کے مغربی حصے میں بھی مقامی مسلمان حکومتوں میں خود مختاری کا رجحان پیدا ہو گیا اور چھوٹی چھوٹی کئی خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ان میں زیادہ طاقت ور ادریسی حکومت تھی جو ادریس بن عبداللہ علوی کی زیر قیادت (۱۱۷ھ) قائم ہوئی۔ ادریسی حکومت نے دو بڑے کام کیے۔ ایک مراکش کو علوی امراء کی قیادت میں متحد کرنے کی کوشش۔ اس کوشش کے نتیجے میں میدانی علاقے کی آبادیاں اور

صحرائی آبادیاں یکجا ہو گئیں۔ اور دوسرے مراکش کے تمام علاقوں میں صحرائے اعظم کی آخری حد تک اسلام کی اشاعت، باطل عقائد کی بیخ کنی اور عیسائیت و یہودیت کے باقیماندہ اثرات کو محو کرنے کے لیے تحریک جہاد کا آغاز۔ اسی زمانے میں ادریسیوں نے فاس کی بنیاد ڈالی جہاں متعدد علمی مدرسے وجود میں آگئے اور ان کے اثرات دور دراز قبائل تک پہنچنے لگے۔ ادھر اندلس میں انہوں نے مسلمانوں کے اقتدار کو مضبوط کر دیا۔ چنانچہ یوسف بن تاشفین اسی عہد کی شخصیت ہے۔ اندلس میں ان کی کامیابیوں کی بدولت پانچ صدیوں تک وہاں اسلام کا غلبہ بلند رہا۔ موسیٰ بن نصیر کے عہد میں بھی اندلس کے فاتحین میں اکثریت شمالی افریقہ کے بربروں کی تھی اور یوسف بن تاشفین کے لشکر میں بھی یہی جانا بزار قبائل شریک تھے۔ ادریسیوں کے عہد میں وزیر بردست قبیلے اسلام میں داخل ہوئے، ایک ملتونہ اور دوسرے جدالہ۔ یہ دونوں قبائل نہجہ نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اسلام میں داخل ہونے سے مسلمانوں کی شوکت و قوت میں غیر معمولی اضافہ ہوا اور سیبا قبائل نے جو حق درج حق اسلام کو قبول کرنا شروع کر دیا۔

دریائے سینٹی گال کے طاس اور صحرائے اعظم کے علاقوں میں دعوتِ اسلامی کی تحریک کا پہل زور گیا۔ چھویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہوا۔ ابن ابی زرع کا بیان ہے کہ قبیلہ جدالہ دستہ ہاجہ کی ایک شاخ کے سرخیل یحییٰ بن ابراہیم تہودی و تنقہ فی الدین میں مشہور تھے۔ یہ جب حج سے واپس آئے تو انہیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہوئی جو ان کے قبیلہ کو تعلیم دین سے بہرہ ور کرے چنانچہ عبداللہ بن یسین نے ان کی ضرورت کو پورا کیا۔

عبداللہ بن یاسین نے بربروں میں جو احکام دین پر توجہ نہ دے رہے تھے، دعوتِ اصلاح کا

لہجہ ہی وجہ ہے کہ عیسائی اقوام نے لغز بربر کو دنیا کے اندر بدنام کرنے کی بڑی کوشش کی ہے اور اس کے معنی میں ظلم و درندگی کا تصور پیدا کیا۔ اس کوشش کی کامیابی کا یہ عالم ہے کہ آج مسلمان بھی جب ظلم و ستم کی اتہام بیان کرنا چاہیں گے تو اسے بربریت کی اصطلاح سے موسوم کریں گے۔ ان کو براہِ خاص نہیں کہہ سکتے یہ ایک گلی ہے جو یورپ والوں نے مسلمان بربروں کے لیے وضع کی تھی۔ لے الانس المطرب ج ۲ ص ۱۱ و ۱۶ مطبوعہ

کام شروع کر دیا اور خاص طور پر ان کی اخلاقی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس غرض کے لیے انہوں نے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر دریائے سینہی کال کے ایک جزیرہ میں اپنا مرکز دعوت قائم کر لیا۔ وہاں ایک رباط تعمیر کی جو عبادت گاہ بھی تھی اور دین کی تعلیم و تربیت اور اخلاقی و اجتماعی اصلاح کا مرکز بھی۔ بربک کے قبائل جدالہ، ملٹونہ اور مسونہ میں سے عبد اللہ کو ایک ہزار کارکن ایسے دستیاب ہو گئے جن کی انہوں نے پوری طرح تعلیم و تربیت کی اور پھر انہیں مغربی افریقہ کے ممالک میں دعوت اسلامی کے لیے روانہ کیا۔ ابن ابی زرع کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن یاسین نے اپنے شاگردوں کو کار دعوت پر روانہ کرتے وقت کہا:

”اللہ کے نام پر آپ لوگ نکل کھڑے ہوں، اپنی قوموں کو تبلیغ کریں، خدا کے عذاب

سے انہیں ڈرائیں، اور اسلام کی محبت ان پر تمام کریں۔ اگر وہ توبہ کریں اور سچی طرف رجوع کریں اور نافرمانیوں سے باز آجائیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کریں۔ لیکن اگر وہ انحراف کا راستہ اختیار کریں اور گراہی و سرکشی میں مزید اتر جائیں، تو ہم ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے اور ان سے جہاد کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ فرمادے۔“

عبد اللہ بن یاسین نے خود بھی صواد کے آخری کناروں تک سفر کیا اور منہاجہ قبائل میں اسلامی تعلیم کو فروغ دیا اور بالآخر لوبرغواطہ کے کافروں سے لڑتے ہوئے ۵۹ھ میں شہید ہو گئے۔ کربیلہ مقام یران کی قبر بنی ہوئی ہے۔

ان لوگوں نے دعوت و جہاد میں جو کارنامے سرانجام دیئے، اور صبر و استقلال کے جو جوہر دکھائے ان کی بنا پر انہیں ”مراہطین“ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ شمالی اور مغربی اور وسط افریقہ میں مراہطین کی تحریک نے دعوت اسلامی کے فروغ میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ اگر جب برابر امیر ابوبکر بن عمر نے اپنے چچا زاد بھائی یوسف بن تاشغین کو مراکش کا حاکم مقرر کیا تو انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت مراہطی حکومت کی داغ بیل ڈالی جو تاریخی میں دولت مراہطی

کے نام سے مشہور ہوئی۔ دولتِ مرایطیہ نے نہ صرف اندلس کی وادیوں میں اسلام کا سکہ رواں کیا بلکہ افریقہ کے بیشتر حصوں کو بھی اسلام کی بہار جانفزا سے لطف اندوز کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ نامور مجاہد یوسف بن تاشفین شہر مراکش کے بانی و ستائے، مرایطی حکومت کے دوسرے سربراہ تھے، ان کا دور اس لحاظ سے امتیازی شان رکھتا ہے کہ سیاہ افریقہ کی خلق کثیر فوج در فوج نعمتِ اسلام سے مالا مال ہوئی۔

۶۶۰ء میں بربر مجاہدین اور مبلغین گھانا کے علاقوں میں اتر گئے۔ گھانہ کے حکمرانوں سے تصادم ہوا۔ مگر یہ حکمران دعوتِ اسلامی کے سیلاب کے سامنے نہ ہٹ سکے۔ بربر گھانا پر قابض ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے گھانہ کی پوری آبادی اسلام میں داخل ہو گئی۔ اسی سال مرایطین کی کوشش سے مغربی افریقہ کے وسیع الاثر فولانی قبائل مسلمان ہو گئے۔ یہ قبائل ان علاقوں میں آباد تھے جو آج سینی گال، فرینچ سوڈان یعنی گابون، چاڈ، وسط افریقہ جس کا قدیم نام بنگی تھاری تھا، اور بالائی کانگو، نیجر اور نائیجیریا کے ناموں سے مشہور ہیں۔ فولانی قبائل کے مسلمان ہو جانے سے پورا مغربی افریقہ اور صحرائے اعظم اذانوں سے گونج اٹھا اور اس کے بعد سیاہ افریقہ کے مغربی حصوں میں پلے درپلے کئی اسلامی مملکتیں وجود میں آ گئیں، جن میں سے بعض کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔

موصدین کی حکومت کے بانی محمد بن عبداللہ بن قمرت نے بھی فقیہ ملتوتہ عبداللہ بن سین ابیطی کے طریقہ دعوت و تجدید کو اختیار کیا۔ انہوں نے اپنے آبائی وطن ہرنغرہ میں رباط قائم کی اپنے تلامذہ اور تابعین کی تنظیم کی اور دعوت و جہاد کی طرح ڈالی ان کی ان کوششوں کے نتیجے میں بارہویں صدی عیسوی میں وہ عظیم الشان حکومت وجود میں آئی جو افریقہ کی تاریخ میں موصدین کی حکومت سے یاد کی جاتی ہے۔ اس حکومت کی بنیاد خالص توحید پر قائم تھی۔ اس حکومت نے امر بالمعروف اور

لہذا الاسلام فی نائیجیریا تا بیعت آدم عبداللہ الالوری النائیجیری ص ۱۵ مطبوعہ مصر

لہذا تاریخ الدولہ الناطلیہ ص ۳۰۳ مطبوعہ القاہرہ تا بیعت حسن ابراہیم حسن -

نہی عن المنکر کا نظام جاری کیا۔ خود محمد بن عبداللہ بن توہرت نے عقیدہ توحید کے موضوع پر بربری زبان میں متعدد کتابیں تالیف کیں اور انہیں اپنے شاگردوں اور رضا کاروں کے ذریعہ مسلمان آبادیوں اور قبائل میں پھیلایا۔ صاحب الاستبصار کا بیان ہے: "موجدین کی کوششوں سے توحید خالص کی دعوت مشرق میں طرابلس اور مغرب میں گھانا، اور افریقہ کے قلب تک پھیل گئی۔"

یہ ہے ان کوششوں کا اجمالی تذکرہ جو دور ثانی میں اشاعت اسلام کے باب میں صرف کی گئیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں مغربی اور وسطی افریقہ میں مسلمانوں کی عظیم الشان مملکتیں وجود میں آگئیں، جنہوں نے اسلام کی اشاعت تہذیب و تمدن کے فروغ اور انسانی فلاح و بہبود کے لیے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان مملکتوں میں سے بعض کا ہم ذیل میں تعارف کرتے ہیں۔

**مملکت غانا** | وسطی افریقہ اور مغربی افریقہ میں سوڈانی اقوام کی جتنی مملکتیں قائم ہوئی ہیں ان میں قدیم ترین مملکت غانا دگھانا ہے۔ گیارھویں صدی عیسوی میں اس مملکت پر سونگی قوم حکمران تھی جو سوڈانی اقوام کی ایک شاخ تھی۔ اس وقت اس مملکت کی حدود مشرق میں ٹمبکٹو تک، جنوب مشرق میں دریائے نیجیر کے دھانوں تک، جنوب اور جنوب مغرب میں سیننی گال کے منبع تک اور مغرب میں تکمور درجس کی حدود سیننی گال کے شمال سے لے کر فوٹا یعنی موجودہ گینیا تک تھیں، پھیلی ہوئی تھیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ مملکت مراکش قبائلی کی آبادیوں کے جنوب میں قائم تھی۔ اس مملکت میں سونے کے ذخائر بکثرت موجود تھے اور مراکش اور مغربی یورپ تک سونا برآمد کیا جاتا تھا۔ غانا کی اس تجارت کا آفاق میں شہرہ تھا۔ اسی بنا پر شمالی افریقہ سے مسلمانوں کی کثیر تعداد یہاں آکر آباد ہو گئی اور یہاں کاروبار اور ملازمت کرنے لگی۔ بلکہ مسلمانوں نے شہر غانا کے کچھ فاصلے پر اپنا مستقل شہر تعمیر کر لیا، جس کی عمارت پتھر کی تھیں جبکہ سوڈانی غانا مٹی اور گھاس پھوس کی جھونپڑیوں سے عبارت تھا۔ فقیہ ملتونہ عبداللہ بن یاسین نے جب سیننی گال میں مرایطی دعوت کا آغاز کیا، تو اس کے اثرات غانا تک بھی پہنچے۔ اس کے بعد مرایطی حکمرانوں نے غانا کو فتح کرنے کی متعدد کوششیں کیں مگر ۱۰۶۶ء میں مشہور مرایطی لیڈر ابو بکر بن



عمر کے ہاتھوں یہ مملکت شکست کھا گئی۔ اور جب ابو بکر بن عمر نے اپنے چچا زاد بھائی یوسف بن تاشفین کو جانشین بنایا تو یوسف بن تاشفین نے مراکش اور اندلس کی فتوحات کے ساتھ سونگی کی مملکت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور وہاں اسلامی حکومت کا پرچم لہرا دیا۔

تفویم البلدان میں غانہ کے ضمن میں مذکور ہے کہ اس کے دو شہر ہیں۔ ایک مسلمانوں کا اور دوسرا کفار کا۔ شریف ادیسی نے غانہ پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے: ملال اور غانہ بحر شیریں یعنی دریائے نیجر کے کنارے دو شہر ہیں۔ غانہ رقبہ کے لحاظ سے سوڈان (یعنی نیگرو اقوام) کا سب سے بڑا ملک ہے۔ آبادی کے لحاظ سے بھی سب سے مقدم ہے۔ اس کی تجارت بھی دور دور تک پھیل ہوئی ہے۔ اردگرد ممالک سے خوشحال تاجر یہاں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں کے باشندے مسلمان ہیں۔ بادشاہ کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت حسن بن علی کی نسل سے ہے۔ اس کا نسب یہ ہے: صالح بن عبداللہ بن حسن ثقفی بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ خطبہ اسی کے نام کا پڑھا جاتا ہے۔ لیکن وہ خلیفہ عباسی کے زیر اطاعت ہے۔ دریائے نیجر کے کنارے اس کا قصر ہے جس کی عمارت نہایت پاؤدار اور مستحکم ہے۔ کمرے نقش و نگار اور رنگ و روغن سے مزین ہیں۔ بلور کی قندیلیں آویزاں ہیں۔ یہ قصر ۵۱۰ھ میں تعمیر کیا گیا ہے۔

نیز شریف ادیسی نے لکھا ہے: دریائے نیجر میں ایک جزیرہ ہے جو شہر غانہ کے مشرق میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۳ سو میل اور چوڑائی ۲ سو میل ہے۔ اگست کے مہینے میں جب سیلابوں کا موسم ختم ہو جاتا ہے اور پانی اتر جاتا ہے تو لوگ سونے کے ٹکڑوں کی تلاش میں جزیرہ کی جانب نکل جاتے ہیں۔ اور ہر انسان کم یا زیادہ جو کچھ اللہ نے اس کی قسمت میں رکھا ہے، سونے آتا ہے۔ یہ لوگ اس کی تجارت کرتے ہیں۔ سونے کے ٹکڑوں کو کھسالی گھروں میں لے جاتے ہیں اور انہیں دیناروں میں ڈھالتے ہیں اور پھر کاروبار پر لگاتے ہیں۔ یہ طریقہ ہر سال اختیار کیا جاتا ہے۔

لے نرہۃ المشاق فی اختراق الافاق ص ۶

۸۰ ایضاً ص ۸

ناصری السلاوی نے مقامات حریری کے شارح ابوالعباس احمد الشرنشبی کے حوالے سے لکھا ہے: مراکش کے تاجر بنی بدار کے شہر یجما سہ میں جمع ہوتے ہیں اور پھر قافلوں کی صورت میں غانہ کا سفر کرتے ہیں جاتے وقت یہ مسافت وہ تین ماہ میں طے کرتے ہیں اور واپسی پر ڈیڑھ ماہ میں اپنے ساتھ جو مال و متاع لے کر جاتے ہیں اُسے سونے کے ٹکڑوں کے عوض وہاں فروخت کرتے ہیں۔ مراکش تاجر اگر تیس اونٹ غانہ لے کر جائے گا تو اُن میں سے صرف تین یا دو اونٹ واپس لائے گا۔ ایک اونٹ سواری کے لیے اور دوسرا پانی لانے کے لیے۔ تاجر تیس اونٹوں کا سامان بیچ کر جو سونا خریدتا ہے وہ ایک اونٹ کا بوجھ ہوتا ہے۔

اس مختصر بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ غانہ کی اسلامی مملکت نہایت مالدار تھی۔ علوم الناس بڑے خوشحال تھے۔ سونے کے ذخائر کی وجہ سے اس مملکت میں تجارت عروج پر تھی۔ یورپ تک سے تاجر یہاں پہنچتے تھے۔ اس لحاظ سے غانہ کا تاجر بیرونی تہذیبوں سے پوری طرح آشنا تھا۔ غانہ میں غیر ملکی سامان کی درآمد کثرت سے تھی۔ تجارت پیشہ قوم عقلی و ذہنی اور تمدنی لحاظ سے جن خوبوں سے بہرہ ور ہوتی ہے وہ سب ان میں پائی جاتی تھیں۔

مملکت مالی | اس مملکت کے مشرق میں برنڈو (جاڈ)، مغرب میں بحر اطلس تک شمال میں جبل بربر تھا۔ یہ مملکت ”سیاہ افریقہ“ کی سب سے بڑی اسلامی مملکت شمار ہوتی تھی۔ اس کے پانچ صوبے تھے جن میں سے ہر صوبہ مستقل مملکت تھا اور کفیلڈریش کی شکل میں صوبہ مالی کے تحت تھا۔ ان صوبوں کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ صوبہ مالی۔ یہ صوبہ باقی صوبوں کے وسط میں تھا۔ اسے مرکزی حکومت کی حیثیت حاصل

۱۔ الاستقصار لاخبار دول المغرب الاقصیٰ ج ۵ ص ۹۹-۱۰۰۔

۲۔ عوام الناس اسے ”بلاد مکور“ کہتے تھے۔ اور مکور بن گیا۔ سعودی عرب اور دوسرے عرب

ممالک میں ان علاقوں کے باشندوں کو آج بھی مکرونی کہا جاتا ہے۔

۳۔ اس کا قدیم نام بحر ظلمات ہے۔

تھی۔ اس کا دار الحکومت یٹینی تھا۔ موجودہ مالی ریاست تقریباً وہی علاقہ ہے جہاں پہلے صوبہ مالی تھا۔

۲۔ صوبہ صوصو۔ یہ مالی کے مغرب میں تھا۔

۳۔ صوبہ غانہ۔ یہ صوصو کے مغرب میں تھا۔ اوزنجر اطلانتک تک اس کی حدیں ملتی تھیں۔

یہاں سونے کی کانیں تھیں، مراکش کے ناہر جبل سہ (موجودہ تافیلات) کے راستے سے صحراء کو عبور کرتے ہوئے یہاں پہنچتے تھے۔ صوبہ غانہ کے لوگ حضرت عقیب بن نافع کے عہد میں مشرف ابراہام ہو چکے تھے۔

۴۔ صوبہ کورکو۔ یہ صوبہ مالی کے مشرق میں تھا۔ اس کا دار الحکومت کورکو تھا۔ اس کے ادرگھانا

کے درمیان ڈیڑھ ماہ کی مسافت تھی۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں اب بیجر ہے۔

۵۔ صوبہ نگرور۔ یہ کورکو کے مشرق میں تھا۔ اس کا دار الحکومت نگرور تھا۔ عوام اڈنی

لباس پہنتے تھے اور خواص روٹی کا لباس۔ ان کی خوراک مکی، دودھ اور مچھلی تھی۔ مراکش کے ناہر سیب، تانبا اور ریشم لے کر جلتے تھے اور سونے کے ٹکڑے لاتے تھے۔

گیارہویں صدی عیسوی کے وسط میں کانگابا (KANGABA) کے سلاطین جو

میںڈگو قوم سے تعلق رکھتے تھے سدان ہو گئے۔ سب سے پہلا مسلمان حکمران برندانہ تھا۔ اس نے

اسلام لانے کے بعد حج کیا تیرہویں صدی عیسوی کے اوائل میں انہوں نے جنوب اور جنوب

مشرق میں اپنی مملکت کی حدود کو توسیع دینی شروع کی۔ ۱۲۳۰ء میں سلطان سانڈیاٹا نے

اس مملکت کو مالی جیسی عظیم الشان مملکت میں تبدیل کر دیا۔ میںڈگو کو فولانی زبان میں مالی کہتے

ہیں۔ اور بربری میں ملٹ (MELIT) اس کے بعد سلطان سنڈیاٹا نے مملکت گھانا پر ۱۲۴۰ء

میں قبضہ کر لیا اور نیامی کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ سلطان سنڈیاٹا اگرچہ اس کے بعد لڑائیوں میں

شریک نہیں ہوا مگر اس کی فوجوں نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور اس کے جانشین غسا اولی

لہ نقلت شدی: بیج الاعشی ج ۵ ص ۲۸۲

لے غسا فولانی زبان میں سلطان کو کہتے ہیں۔ غسا اولی یعنی سلطان اول۔

(۱۲۵۵ء - ۱۲۷۰ء) کے عہد میں انہوں نے بامبوک (باماگو) اور بندو پرقبضہ کر لیا۔ ۱۲۷۰ء اور ۱۳۰۷ء کے درمیان سات بادشاہ حکمران ہوئے جن میں سکوتا (۱۲۸۵ - ۱۳۰۰ء) سب سے مشہور تھا۔

نسا موسیٰ (۱۳۰۷ء - ۱۳۳۲ء) کا عہد مملکت مالی کے عروج و ترقی کا عہد ہے۔ اس عہد میں مالی کی اسلامی سلطنت میں غیر معمولی توسیع ہوئی اور مشرق میں ڈنڈی سے لے کر مغرب میں تکر و تنک اور صحراء اعظم کے آخری شہر ولاتہ سے لے کر جنوب میں فوٹا جالون (گینیا) تک اس کی حدیں پھیل گئیں۔ پورے مغربی اور وسطی افریقہ میں سوائے تجارتی شہر جینی (JENNE) اور آزاد مملکت نمستی (MOSSI) کے کوئی علاقہ ایسا نہ رہا جو اسلامی سلطنت کا حصہ نہ بن چکا ہو۔ مراکش، برفہ اور مصر سے قافلے آتے اور مالی کی زیارت کرتے۔ نسا موسیٰ کے تمام اسلاف حج بیت اللہ سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ نسا موسیٰ نے جب حج کیا تو اس کا چرچا پوری اسلامی دنیا تک پھیل گیا۔ یہ سفر اس نے ۱۳۲۲ء میں کیا ہے۔ موسیٰ خود گھوڑے پر سوار تھا۔ حاشیہ میں ۵ سو غلام تھے۔ ہر غلام کے ہاتھ میں سونے کا ایک عصا تھا جس کا وزن ۵۰۰ مثقال تھا۔ اس کے علاوہ ۸۰ سے زائد اونٹ سونے سے لادے ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک پر تین فنطار سونا تھا۔ راستہ بھر موسیٰ سونے کی بارش کرتا گیا۔ قاہرہ میں خوب داد و پیش کی۔ اس وقت سلطان الناصر محمد بن قلاوون کی حکومت تھی (ابن خلدون)۔ حرمین میں بھی اُس نے خوب سونا لٹایا۔ والی مصر کے حاجب ابن امیر کے بیان کے مطابق واپسی پر موسیٰ کو مصر کے تاجروں سے قرض لینا پڑا۔ اسی سفر میں واپسی پر اپنے ساتھ علماء اور ماہرین کی ایک جماعت کو ساتھ لیا جنہوں نے مالی اور ٹمبکٹو میں اپنے مرکز قائم کیے۔ ان میں ایک معمار ابواسحاق الساعلی تھا جو غناطہ کا رہنے والا تھا۔ اسی معمار نے نسا موسیٰ کا محل تعمیر کیا اور گاؤ (GAO) اور ٹمبکٹو (TOMBOUCTOU) میں عالیشان مسجدیں بنائیں۔ مغربی افریقہ کے فن تعمیر میں نچتہ اینٹ کا استعمال سب سے پہلے اسی معمار نے رائج کیا۔

ابن بطوطہ نے نسا موسیٰ کی داد و دہش کے بارے میں لکھا ہے :

”آس نے ایک ہی دن میں ابوالسحاق الساسلی کو ۴ ہزار مثقال سونا دیا اور دوسروں کو تین ہزار مثقال۔ سلطان کے ایک شخص نے نسا موسیٰ کو بچپن میں ۱۷ مثقال سونا دیا تھا۔ موسیٰ کے سلطان بن جانے کے بعد یہ شخص اُس کے پاس آیا۔ موسیٰ نے اسے پہچان لیا اور امرائے دریاقت کیا : ”ایسے شخص کی نیکی کا کیا بدلہ ہے ؟ امرائے کہا : ”ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے“ مگر موسیٰ نے اُسے سات سو مثقال سونا، اور خدمت، اور حذم و حشم کی ایک جماعت عطا کی :-

ابن بطوطہ نے ۱۳۵۳ء میں مالی مملکت کی سیاحت کی ہے جبکہ نسا سلیمان سریر آرائے حکومت تھا۔ ابن بطوطہ نسا سلیمان کے دربار میں گیا اور اعیان حکومت اور فقہاء اور علماء سے ملاقات کی۔ نسا سلیمان نے ابن بطوطہ کو خصوصی مہمان خانہ میں ٹھہرایا۔ جب رمضان کی ۲۰ تاریخ آئی تو نسا سلیمان نے شہر کے قاضی، خطیب اور فقہاء کو بہت اموال دیئے۔ ابن بطوطہ کو بھی ۳۳ مثقال سونا دیا۔ ابن بطوطہ روانہ ہونے لگا تو مزید ایک سو مثقال سونا دیا۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں نسا بادشاہ کے محل اور دربار کی کیفیت کو بہ تفصیل بیان کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے : عید کے روز لوگ سفید لباس پہن کر نکلے۔ سروں پر سبز رنگ کا نقاب تھا۔ قصر شاہی سے متصل عید گاہ میں جمع ہوئے۔ بادشاہ جب نماز کے لیے آیا تو تکبیر و تہلیل کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی۔ خطبہ اور نماز کے بعد خطیب بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور فضائل عید بیان کیے۔ اسی روز حسب معمول سلطان عصر کے بعد دربار میں آکر بیٹھا۔ شعراء نے قصائد پڑھے جن میں سابق حکمرانوں کی شجاعت اور جو دوسخا اور عدل و انصاف کے قصے بیان کیے گئے :-

ابن بطوطہ کا مزید بیان ہے :

”مالی کے لوگ عدل و انصاف میں مشہور ہیں۔ ملک کے اندر امن و امان کا دور دورہ ہے۔

۱۔ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۹۹-۲۰۰

۲۔ رحلتہ ابن بطوطہ : ج ۲ ص ۱۹۶-۱۹۸

کسی مسافر یا مقیم کو چور یا ڈاکو سے کوئی خطرہ نہیں۔ مراکش یا دوسری سفید نام آبادیوں میں سے آنے والا کوئی شخص اگر یہاں انتقال کر جائے تو اس کے اموال سے کوئی تعزیر نہیں کرتا خواہ وہ انباروں کے انبار کیوں نہ ہو۔ بلکہ لوگ اُسے قابل اعتماد ہاتھوں تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ اُس کے خقدار کے حوالے کر دیا جائے۔ لوگ نماز کے بڑے پابند ہیں۔ نماز باجماعت کا غیر معمولی اہتمام ہے۔ بچے اگر نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارتے ہیں۔ جمعہ کے روز اگر آدمی قبل از وقت مسجد میں نہ جائے تو اُسے جگہ نہیں ملتی، کیونکہ مسجدیں پُوری طرح بھر جاتی ہیں۔ جمعہ کے روز لوگ سفید لباس پہنتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس صرف ایک ہی پُرانی قمیص ہو تو وہ اُسے دھو کر اور صاف کر کے جمعہ میں شریک ہوگا۔ لوگوں میں قرآن مجید حفظ کرنے کا عظیم شوق و ولولہ پایا جاتا ہے۔ بچوں کو قرآن حفظ کراتے ہیں۔ اور اگر کوئی بچہ اس سے گریز کرے تو اسے سزا دیتے ہیں۔“

فلقشدی نے لکھا ہے:

”اہل مالی میں جادو کار رواج ہے۔ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جادو سے انسان قتل تک کر دیا جاسکتا ہے۔ سلطان جس طرح قاتل پر قصاص نافذ کرتا ہے اسی طرح جادوگر کو بھی موت کی سزا دیتا ہے۔ وہاں یہ رواج ہے کہ جو شخص بادشاہ کی مجلس میں چھینک مارے اُسے زد و کوب کرتے ہیں۔ اگر کسی کو چھینک آئے تو وہ زمین کی جانب جھک کر چھینک بیٹا ہے۔ بادشاہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز نہیں لکھتا بلکہ سکریٹریوں سے لکھواتا ہے۔ ملکی فوج کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ دس ہزار گھڑ سوار اور باقی پیادہ۔“

سرٹامس آرنلڈ کا بیان ملاحظہ ہو:

”مالی کے باشندے افریقہ کی نیگرو اقوام میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ، مہذب اور ذہین تھے۔ صنعت و حرفت میں، امانتداری میں، بستنیوں کی صفائی اور نظافت میں بے مثال تھے۔ اسلامی شریعت کے سخت پابند تھے۔“

نسا موسیٰ کے بعد مملکت مالی میں اضمحلال کا آغاز ہو گیا۔ اور اس کے بعض حصے خود مختار ہو گئے۔ سو پھویں صدی کے بعد یہ مملکت زوال پذیر ہو گئی۔ پرتگیزیوں نے ساحلی علاقہ پر اپنی کاروباری بنالی۔ تیرھویں صدی میں یہ مملکت سکڑ کر اپنی حدوں میں محصور ہو گئی جن میں پہلے تھی۔ مگر اس کے زوال کے ساتھ ہی ایک اور مملکت سنگھائی کو عروج نصیب ہوا۔

**مملکت سنگھائی** | سنگھائی قوم کے کاشتکار و دریائے نیجر کے کنارے آباد تھے۔ ساتویں صدی عیسوی میں مراکشی بربروں نے ان پر حملہ کیا۔ اور ڈیا (DIA) خاندان کی حکومت قائم ہوئی جو ۱۲۳۵ء تک قائم رہی ان کا دار الحکومت کو کیا تھا جو موجودہ نائیجیریا کے شمال مغرب میں تھا۔ بعد میں یہ علاقہ مملکت مالی کا جزین گیا۔ اس مملکت کے تجارتی تعلقات گھانا، تونس، برقہ اور مصر سے تھے۔ اپنی تعلقات کی بدولت یہاں کے حکمران شمالی افریقہ کی دعوتی کوششوں سے متاثر ہو کر گیارھویں صدی عیسوی میں مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد سنگھائی کا صدر مقام دریلے نیجر کے کنارے گاؤں شہر میں منتقل کر دیا گیا جو تجارتی شاہراہوں پر واقع تھا۔ ۱۳۲۵ء میں جب مملکت مالی کو زوال ہوا تو ڈیا خاندان نے دوبارہ اپنی حکومت قائم کر لی۔ ان کا لقب سُستی تھا۔ اُس وقت اس مملکت کی حدیں زیادتی نیجر سے متجاوز نہ تھیں مگر سُستی علی کے عہد (۱۴۶۴ء) میں اسے بڑی وسعت حاصل ہوئی۔ ۱۴۶۵ء میں اہل ٹمبکٹو نے بت پرست قبائل کے مسلسل حملوں کے خلاف سُستی علی سے فوجی کمک طلب کی۔ چنانچہ سُستی علی نے بڑھ کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے پانچ سال بعد سُستی علی نے جیتی کے تجارتی شہر ریقبضہ کر لیا۔ سُستی علی سخت گیر حکمران تھا۔ اس کے عہد میں ٹمبکٹو کے علماء اور فقہاء ہجرت کر کے ولایت چلے گئے۔ سُستی علی کی وفات کے بعد سلطنت کی زمام کار فوج کے ایک افسر کو منتقل ہوئی جس کا تعلق سوننگی قبیلہ سے تھا۔ اُس نے اپنا لقب اسکیا محمد الاول رکھا۔ یہ بڑا دیندار حکمران تھا۔ اس نے شہری نظم و نسق کو مستحکم کیا۔ فوجی نظام مضبوط کیا۔ اور تمام سرکاری ذرائع کو دین کی ترقی و اشاعت پر صرف کیا۔ ۱۴۹۵ء میں اس نے سفر حج کیا۔ اُس کا یہ سفر دادو دیش اور شان ڈسکوہ میں نسا موسیٰ کے سفر سے بھی فروں تر تھا۔

اس کے عہد میں ٹیبٹو میں اسلامی علوم و فنون کو بڑی ترقی نصیب ہوئی۔ حج سے واپس آکر اسکیا محمد الاول نے اردگرد کے علاقوں میں اشاعت اسلام کی زبردست مہم جاری کی۔ چنانچہ مغرب میں میڈنگو اور فولانی قبائل اور شمال میں بربر طوارق، جنوب میں مُستی اور مشرق میں ہوسا قبائل میں دعوت اسلامی کا زبردست چرچا ہو گیا۔ اس کے ساتھ سنگھائی کی حدیں وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئیں۔ مُستی قبائل کی ریاستوں کے علاوہ کوئی ریاست بھی اسکیا محمد الاول کے سیلاب جہاد کے آگے نہ ٹھیر سکی سنگھائی میں شامل ریاستوں کی حدیں بلاؤنگر ورتک اور شمال اور شمال مشرق میں بربری آبادیوں تغزہ اور اجدیس تک پھیل گئیں۔ ہونسا کی آبادیاں بھی اسکیا کی باج گزار بن گئیں۔ گویا سنگھائی مملکت اس تمام علاقے کو محیط تھی جو سابق میں فرانسیسی مغربی افریقہ کہلاتا تھا اور جس کا رقبہ ۸ لاکھ مربع میل تھا۔ نیز اس میں تمام شمالی نائیجیریا اور اس کا صحرائی علاقہ شامل تھا۔ اسکیا محمد الاول کی حکومت اپنے زمانے کی بہت ترقی یافتہ حکومت تھی۔ وہ خود بہت بڑا عالم تھا اور علوم و فنون کا قدر دان تھا۔ ۱۵۲۸ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اُس کے جانشین اسکیا اسحاق الاول (۱۵۳۹ء-۱۵۴۹ء) نے بڑی کوششوں سے مملکت کو خلفتہ سے بچایا۔ اسکیا اسحاق کے بعد داؤد کے ہاتھ میں زمام سلطنت آئی۔ اس نے بھی اپنے پیشرووں کی طرح بت پرست قبائل میں دعوت اسلامی کی مہم کو جاری رکھا۔ داؤد کی وفات (۱۵۸۲ء) کے بعد اندرونی خلفتہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مملکت کو کمزور کرنے کا موجب بن گیا۔ سلطان مراکش احمد منصور زہبی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر سنگھائی پر لشکر کشی کی تاکہ سونے کی کانوں پر قبضہ کرے۔ مگر یہ لشکر کشی حکومت مراکش کے لیے مفید ثابت نہ ہوئی۔ ایک طرف حکومت مراکش کو اس مہم میں بہت بھاری مصارف ادا کرنے پڑے جو سونے کی کانوں سے پورے نہ ہو سکے، کیونکہ سونے کا نکاس اصل آمدنی نہ تھی بلکہ سونے کی تجارت اصل آمدنی تھی اور یہ تجارت ملکی امن کی حالت ہی میں جاری رہ سکتی ہے۔ دوسری طرف مراکش فوجیں سوڈانی علاقوں میں امن قائم کرنے میں ناکام ہو گئیں۔ بلکہ میں جگہ جگہ فولانی، بمبارا اور طوارق نے شورشیں برپا کر دیں۔ یہ وہ دور تھا جبکہ یورپی اقوام مغربی افریقہ کے ساحل پر اتر رہی تھیں۔ فوجی سرداروں نے بھی خود مختاری اختیار کر لی۔ پاشا نے مراکش اب صورت حال پر قابو نہ رکھ سکے اور آخر کار اقتدار بمبارک کے حکام کی طرف منتقل ہو گیا۔

(باقی)